السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسمی بابل ولد بھاول قوم انصاری چک نمبر ۸۱ موضع چوہے.جھاڑ تحصیل وضلع شیخوپورہ کا رہائشی ہوں مجھے ایک شرعی مسئلہ دریافت کرنا مقصود ہے جو ذیل عرض ہے ۔

یہ کہ میری حقیقی دختر مسمات آمنہ بی بی کا نکاح باپ، والدہ اور بھائی کے بغیر ہوا جبکہ مسمات آمنہ بی بی پھوپھی کو ملنے گئی تو مسمات مذکورہ کو ورغلا کر نکاح کر دیا اس نکاح کو 4 ماہ کا عرصہ ہو چکا ہے اور نکاح کے بعد مسمات مذکورہ اپنے خاوند محمد علی ولد شما قوم انصاری موضع تابیلے والی تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ کے ہاں آباد نہیں ہوئی ہے صرف شرعاً نکاح ہی کیا ہے اور نہ مسمات مذکورہ کے والدین کو اس نکاح کا علم تھا اب مسمات مذکورہ اپنے خاوند کے ہاں نہ ہی آباد ہونے کو تیار ہے اب مسمات آمنہ بی بی کے والدین سخت پریشان ہیں ، ان حالات میں اب سوال ہے کہ بغیر والدین کی رضا مندی کے نکاح ہو سکتا ہے یا کہ نہیں اور مسمات مذکورہ اب نکاح جدید کی حق دار ہے کہ نہیں ؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر عنداللہ ماجور ہوں ۔ کذب بیانی کا سائل خود ذمہ دار ہوگا ۔ ہم تصدیق کنندگان اس کے ذمہ دار ہوں گے ۔ لہٰذا ہمیں شرعی فتویٰ دیا جانا مناسب ہے ۔

محمد اصغر ولد امیر چک نمبر ۸۱ موضع چوہے.جھاڑ تحصیل وضلع شیخوپورہ ۔ : ا

قابے خاں ولد شاہ محمد قوم چک نمبر ۸۱ موضع چوہے.جھاڑ تحصیل وضلع شیخوپورہ : ۲

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

بشرط صحت سوال وبشرط صحت تحریر ھذا صورت مسئولہ میں شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوا کہ شرعاً کوئی نہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے اور نہ کسی دوسری عورت کی شرعاً ولی بن سکتی ہے جبکہ صحت نکاح کے لئے ولی مرشد کی اجازت از بس ضروری ہے ۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے :

بَابُ مَنْ قَالَ : لاَ نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : {فَلاَ تَعْضُلُوهُنَّ} [البقرة : 232] فَدَخَلَ فِيهِ الثَّيِّبُ، وَكَذَلِكَ البِكْرُ، وَقَالَ : {وَلاَ تُنْكِحُوا المُشْرِكِينَ حَتَّى يُؤْمِنُوا} [البقرة : 221] وَقَالَ : {وَأَنْكِحُوا الأَيَامَى مِنْكُمْ} [النور : 32]) (صحیح بخاری : ج ۲ : ص ۸۶۹

اس بات کا بیان کہ جو شخص نکاح کی صحت کے لئے شرعی ولی کی اجازت کو ضروری خیال کرتا ہے وہ قرآن مجید کی اس آیت سے دلیل لیتا ہے کہ تم عورتوں کو طلاق دے چکو اور وہ عدت پوری کر لیں تو ان کو نکاح سے نہ روکو ۔ یعنی اگر ولی کو کوئی اختیار ہی نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے ولیوں کو یہ حکم کیوں دیا ہے لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ ولی کو حق ولایت بہر حال حاصل ہے ۔ عورت خواہ شوہر دیدہ ہو یا کنواری ہو اور اسی طرح آیت لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ اور اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى میں بھی عورتوں کے لئے ولیوں کو خطاب کیا گیا ہے ، لہٰذا ان تینوں نصوص سے ثابت ہوا کہ صحت نکاح کے لیے ولی مرشد کی اجازت ناگزیر ہے ۔ ورنہ ان تینوں آیات میں ولیوں کو خطاب کا کوئی معنی باقی نہیں رہ جاتا اور یوں کلام الٰہی عبث قرار پاتی ہے ۔ حاشا وکلا ۔ اب احادیث ملاحظہ فرمائیے :

عَنْ أَبِي بُرْدَةَ، عَنْ أَبِي مُوسَى، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ» رَوَاهُ أَحْمَدُ، وَالْأَرْبَعَةُ، وَصَحَّحَهُ ابْنُ الْمَدِينِيِّ، وَالتِّرْمِذِيُّ، وَابْنُ حِبَّانَ وَأُعِلَّ بِالْإِرْسَالِ - وَرَوَى الْإِمَامُ أَحْمَدُ عَنْ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ مَرْفُوعًا «لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ» . (سبل السلام : ج ۳ ص ۱۱۷)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شرعی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح قرار نہیں پاتا" اور یہ حدیث صحیح ہے ۔ اس کو امام احمد، ابوداود، ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے ۔ امام علی بن مدینی اور ترمذی اور بیہقی اور متعدد حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے تاہم حافظ ابن حجر نے اس کو مرسل حدیث قرار دیا ہے اور امام حاکم کے مطابق امہات المومنین ، حضرت عائشہ ام سلمہ اور سلمہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ عنہما سے بھی اس بارے میں صحیح احادیث مروی ہیں اور اسی طرح اس مسئلہ میں حضرت علی ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ تیس صحابہ سے بھی احادیث منقول ہیں اور ان احادیث کی وجہ سے جمہور علمائے امت کے نزدیک صحت نکاح کے لئے ولی کی اجازت ضروری ہے ، ورنہ نکاح صحیح نہیں ہوتا ۔

وَعَنْ عَائِشَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا - قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - «أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ بِمَا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا فَإِنْ اشْتَجَرُوا فَالسُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ» أَخْرَجَهُ الْأَرْبَعَةُ إلَّا النَّسَائِيَّ وَصَحَّحَهُ أَبُو عَوَانَةَ، وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ) قَالَ ابْنُ كَثِيرٍ، وَصَحَّحَهُ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ، وَغَيْرُهُ مِنْ الْحُفَّاظِ) (سبل السلام : ج ۳ ص ۱۱۸

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو اس کا نکاح باطل ہے اور دخول کی صورت میں وہ عورت اپنے اسی غیر شرعی شوہر سے مہر حاصل کرے گی"

(وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - : «لَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ، وَلَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا») (رواہ ابن ماجہ والدارقطنی ورجالہ ثقات ۔ سبل السلام : ج ۳ ص ۱۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی عورت کسی دوسری عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ از خود اپنے نکاح کی ولی بنے۔ یعنی عورت ولی نکاح نہیں ہو سکتی۔"

امام محمد بن اسماعیل الامیر اس حدیث کی شرح میں رقم طراز ہیں:

فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْمَرْأَةَ لَيْسَ لَهَا وِلَايَةٌ فِي الْإِنْكَاحِ لِنَفْسِهَا، وَلَا لِغَيْرِهَا فَلَا عِبْرَةَ لَهَا فِي النِّكَاحِ إِيجَابًا، وَلَا قَبُولًا فَلَا تُزَوِّجُ نَفْسَهَا بِإِذْنِ الْوَلِيِّ، وَلَا غَيْرِهِ، وَلَا تُزَوِّجُ غَيْرَهَا بِوِلَايَةٍ وَلَا بِوَكَالَةٍ، وَلَا تَقْبَلُ النِّكَاحَ بِوِلَايَةٍ وَلَا وَكَالَةٍ، وَهُوَ قَوْلُ الْجُمْهُورِ (سبل السلام ج ۳ ص ۱۲۰)

یعنی یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ عورت کو حق ولایت حاصل نہیں، لہٰذا وہ نہ اپنی ذات کے لئے ولی بن سکتی ہے اور نہ کسی دوسری عورت کے نکاح کی ولی بن سکتی ہے، یعنی از خود نہ اپنا نکاح کر سکتی ہے اور نہ کسی دوسری عورت کی ولی بن سکتی ہے اس لئے اس کی زیر ولایت کیا گیا نکاح ناقابل اعتبار رہے۔

چونکہ صورت مسئولہ میں بشرط صحت سوال مسمات آمنہ بی بی بنت بہاول انصاری کا نکاح باپ کی اجازت کے بغیر بلکہ اس کی غیر موجودگی میں پڑھا گیا ہے۔ لہٰذا مذکورہ بالا آیات مقدسہ اور احادیث صحیحہ کے مطابق یہ نکاح شرعاً باطل ہے، کیونکہ سرے سے منعقد ہی نہیں ہوا کہ شرعی ولی، یعنی باپ کی اجازت کے بغیر پڑھا گیا ہے اور جب یہ نکاح باطل ہے تو پھر وہ آزاد ہے اور اپنے شرعی ولی کی اجازت کے ساتھ اور اس کے زیر اہتمام جہاں چاہے نکاح کر لینے کی حقدار ہے مگر استبراء رحم ضروری ہے تاکہ پتہ چلے کہ حاملہ نہیں۔ اگر حاملہ ہو تو پھر وضع حمل سے قبل نکاح صحیح نہیں ہاں اگر یہ نکاح رجسٹرڈ ہو چکا ہے تو پھر اپنے فیصلے کی تکمیل میں علاقہ کے چیئرمین کو اعتماد میں لینا ضروری ہے تاکہ قانونی سقم پیدا نہ ہو۔ مفتی کسی قانونی سقم کا ہرگز ذمہ دار نہ ہوگا۔ ھذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب فی یوم الحساب۔

لَا نِكَاحَ اِلَّا بِوَلِيٍّ:

اس جگہ تنظیم اہل حدیث مضمون لگے گا قسط نمبر ۱۔ درجہ ذیل قسط ۳ ہے

(عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: «أَيُّمَا امْرَأَةٍ نُكِحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ،) (رواہ الخمسۃ الا النسائی، نیل الاوطار باب لا نکاح الا بولی ج ۶ ص ۱۱۸)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا، وہ نکاح باطل ہے، وہ نکاح باطل ہے۔ اگر میاں بیوی ازدواجی عمل کر چکے ہوں تو اس صورت میں عورت کو حق مہر ملے گا۔ اگر اولیائے نکاح کا آپس میں اختلاف ہو تو پھر سلطان وقت (علاقے کا مجاز افسر) اس کا ولی ہوگا جس کا کوئی ولی نہ ہو۔

(وقد صَحَّ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا أَنْكَحَتْ رَجُلًا مِنْ بَنِي أَخِيهَا فَضَرَبَتْ بَيْنَهُمْ بِسِتْرٍ ثُمَّ تَكَلَّمَتْ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا الْعَقْدُ أَمَرَتْ رَجُلًا فَأَنْكَحَ ثُمَّ قَالَتْ لَيْسَ إِلَى النِّسَاءِ نِكَاحٌ) (اخرجہ، عبدالرزاق فتح الباری ج ۹ ص ۱۵۲)

حضرت عائشہ سے صحیح طور ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ایک بھتیجے کے نکاح کا پروگرام بنایا اور پردے میں بیٹھ کر بات چیت طے کی اور جب عقد پڑھنے کا موقع آیا تو ایک آدمی کو نکاح کرا دینے کا حکم دیا تو اس نے نکاح کر دیا،" بعد ازاں فرمایا کہ عورتوں کو نکاح کرنے کا کوئی حق، اختیار حاصل نہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -: «لَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ، وَلَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا» (رواہ ابن ماجۃ والدارقطنی ورجالہ ثقات، سبل السلام ج ۳ ص ۱۱۹، ۱۲۰ وقال الشیخ ناصر البانی صحیح (اخرجہ ابن ماجۃ، والدارقطنی والبیھقی، ارواء الخلیل ج ۶ ص ۲۴۸

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی عورت کسی عورت کا نکاح نہ کرے اور نہ خود اپنا نکاح کرے۔"

وَقَدْ صَحَّتْ الرِّوَايَةُ فِيهِ عَنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ وَزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ، ثُمَّ سَرَدَ تَمَامَ ثَلَاثِينَ صَحَابِيًّا والحدیث دلّ علی أنہ لا یصح النکاح الا بولی اَلاصل فی النفی نفی الصحۃ) (سبل السلام: ج ۳ ص ۱۱۷، و نیل الاوطار: ج ۶ ص ۱۱۹)

اس باب میں ازدواج مطہرات عائشہ، ام سلمہ، زینب بنت جحش، علی، ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت سے بھی احادیث مروی ہیں۔ پھر امام حاکم نے ایسے تیس صحابہ گنوائے ہیں جن سے حدیث لا نکاح مروی ہے اور لا نکاح الا بولی میں لا نفی صحت ہے، لا نفی کمال نہیں کیونکہ نفی سے مراد دراصل صحت کی نفی ہوتی ہے، یعنی کلی طور پر نکاح کی نفی مراد ہے۔

(عن ابن المنذر انہ لا یعرف عن أحد من الصحابۃ خلاف ذلک وعلیہ دلت الأحادیث) (: فتح الباری: ج ۹ ص ۱۰۴، و سبل السلام: ج ۳ ص ۱۱۷)

یعنی امام ابن منذر تصریح فرماتے ہیں کہ کوئی ایسا صحابی نہیں جو نکاح میں ولی کی اجازت کو لازمی شرط نہ سمجھتا ہو۔ یعنی بدون اذلی ولی نکاح کا قائل ہو۔ بالالفاظ دیگر صحابہ کرام میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں اور مذکورہ بالا احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ اسی پر دلالت کرتی ہیں۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ تصریح فرماتے ہیں:

(وقد ذہب إلی ہذا علی و عمر---وجمہور اہل العلم فقالوا لا یصح العقد بدون ولی) (۴: نیل الاوطار: ج ۶: ص ۱۱۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، عائشہ رضی اللہ عنہا، حسن بصری، سعید بن مسیب، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلیٰ، عترت، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، شافعی اور جمہور اہل علم رحمۃ اللہ علیہم اسی طرف گئے ہیں اور کہا ہے کہ ولی کی رضامندی اور اجازت کے بغیر نکاح ہی نہیں ہوتا۔

(محقق سید محمد سابق کے مطابق امام مالک، قاضی شریح، ابراہیم نخعی، عمر بن عبدالعزیز، سفیان ثوری، اوزاعی، عبداللہ بن مبارک، ابن حزم طبری اور ابو ثور کا بھی یہی مذہب اور فتویٰ ہے۔ (۵: فقہ السنۃ: ج ۲ ص ۱۱۳

حضرت شاہ ولی اللہ رائے سامی:

آپ اسلام کے نامور فلاسفر احکام شریعت کے اسرار و رموز کے بڑے شناور اور غواص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (لانکاح الابولی) جان لو کہ خصوصاً نکاح میں عورتوں کو حکم (بااختیار اتھارٹی) سمجھ لینا روا نہیں کیونکہ عورتیں ناقصات العقل ہوتی ہیں اوران کی فکر ناقص ہوتی ہے اس لیئے بسا اوقات مصلحت کی طرف ان کی رہبری نہ ہوسکے گی دوسرے غالباً وہ حسب کی حفاظت نہ کریں گی اور بسا اوقات غیر کفو کی طرف ان کی طرف ان کی رغبت ہوسکتی ہے اوراس میں ان کی قوم کی عار ہے۔ پس ضروری ہوا کہ ولی کو اس باب میں دخل دیا جائے تاکہ یہ مفسدہ بند ہو نیز ضرورت جبلی کے اعتبار سے لوگوں میں عام طریقہ یہ ہے کہ مرد عورتوں پر حاکم ہوتے ہیں اور تمام بندوبست انہی سے متعلق ہوتا ہے جیسا کہ (الرجال قوامون) تو امرن علی النساء میں یہ وضاحت موجود ہے۔ نیز نکاح کے اندر ولی کی شرط لگانے میں اولیا کی عزت ہے اور عورتوں کو اپنا نکاح خود بخود کرنے میں ان کی بے عزتی ہے جس کا دارومدار بے حیائی پر ہے اور اولیاء کی مخالفت اوران کی بے قدری ہے۔ نیز یہ بات بھی واجبات سے ہے کہ نکاح اور زنا میں شہرت کے ساتھ امتیاز ہو اور شہرت کی بہتر صورت یہ ہے کہ عورت کے اولیا نکاح میں موجود ہوں۔ (حجۃ اللہ عربی: ج ۲ ص ۱۲۷ اور مترجم اردو نکاح کا بیان ص ۵۱۵

خلاصہ کلام یہ کہ قرآن مجید، احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ سلف صالحین، یعنی جملہ صحابہ کرام، فقہاء تابعین، حضرت امام بخاری و دیگر فقہاء و محدثین، ائمہ مذاہب اور جمہور علمائے اسلام کی تصریحات کے مطابق ہمارے ان فاضل ججوں کا یہ فیصلہ اسلام کے عائلی نظام کے سراسر منافی ہے اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی توہین پر مشتمل ہے اس فیصلہ کو بحال رکھنا اسلامی معاشرہ کی بنیادوں کو ڈھادینے کے مترادف ہے۔ لہٰذا ایسے قانون کی اصلاح نہایت ضروری ہے جس کی کوکھ سے اس قسم کے غیر اسلامی غیر اخلاقی اور غیر عقلی فیصلے جنم لیتے ہیں ورنہ

غیرت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے۔۔ والی بات ہے۔

ولی کے اوصاف:

اب رہا یہ سوال کہ بالغہ عاقلہ باکرہ ہو یا ثیبہ اپنے ازدواجی مستقبل کے بارے میں مجبور محض اور بے بس ہے اور شریعت نے اس کی پسند عدم پسند اوراس کے جذبات کو کوئی اہمیت نہیں دی تو اس سوال کا جواب ہے کہ جہاں شریعت نے نکاح کے شرعی انعقاد کےلیئے ولی کی اجازت شرط بنیادی قرار دی ہے وہاں یہ بھی ضروری قرار دیا ہے کہ ولی نکاح لڑکی کے حق میں مخلص، مشفق، خیر خواہ اور خیر سگالی کے جذبہ سے سرشار ہو یعنی لڑکی کی رضا مندی، مفاد اوراس نیک اور معقول جذبات کو درخور اعتناء رکھنے والا ہو۔ لڑکی پر ظلم وجبر کرنے والا نہ ہو اوراس کے معقول مشورہ کو اپنی جھوٹی انا کی بھینٹ چڑھانے والا نہ ہو غرض کہ ہر طرح کی خود غرضی مفاد پرستی اور بے جا دھونس سے کام لینے والا نہ ہو اگرچہ ولی نکاح ان کے اوصاف سے عاری ہوگا تو شریعت میں ایسے ولی کو ولی عاذل (غیر مشفق) کہا جاتا ہے اور یہ حق ولایت سے محروم قرار پاتا ہے۔ ہماری اس رائے کی بنیاد حسب ذیل صحیح اور حسن احادیث ہیں:

«عَنْ أَبِي سَلَمَةَ، أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ، حَدَّثَهُمْ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللهِ، وَكَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ: «أَنْ تَسْكُتَ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیوہ عورت کا اس وقت تک نکاح نہ پڑھا جائے جب تک اس سے مشورہ نہ کیا جائے اور کنواری لڑکی کا نکاح تب نہ تک نہ کیا جائے جب تک اس سے اجازت نہ لی جائے۔ صحابہ نے پوچھا کہ اذن کی کیا صورت ہے؟ فرمایا اس کا خاموش رہنا ہی اذن ہے"

(عن ابن عباس قال لا نکاح اِلا بولی مرشد زشاہدی عدل)

(رواہ البیھقی والشافعی، نیل الاوطار: باب الشھادۃ فی النکاح ج ٦ ص ١٢٦)

"کہ ہدایت یافتہ اور دو عادل گواہوں کی گواہی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا"

(عن ابن عباس قال لا نکاح اِلا بولی مرشد زشاہدی عدل) (رواہ الطبرانی فی الاوسط عن سفیان لا نکاح اِلا بولی مرشد اَو سلطان)

دو عادل گواہوں اور خیر خواہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا اور سفیان کی روایت کے مطابق خیر خواہ ولی یا پھر سلطان کی اجازت کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔"

خلاصہ:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس طرح شرعی نکاح کے انعقاد کےلیئے ولی کی اجازت بنیادی شرط ہے اسی طرح لڑکی کے بلا جبر رضا مندی بھی لازمی شرط ہے۔ یعنی فریقین (لڑکی اوراس کا ولی) دونوں شرعاً پابند ہیں کہ باہمی افہام و تفہیم اور اتفاق رائے سے چلیں اور ایک دوسرے کے جائز مفادات اور جذبات کا پاس رکھ کر پیش رفت کریں۔ ورنہ کسی ایک فریق کی یک طرفہ دھونس اور ہٹ دھرمی کے ساتھ پڑھا گیا نکاح شرعی نکاح ہرگز نہ ہوگا۔

فقہائے مذاہب کی تصریحات:

امام ابن قدامہ حنبلی رقمطراز ہیں:

(أَحَقُّ النَّاسِ بِنِكَاحِ الْمَرْأَةِ الْحُرَّةِ أَبُوهَا) وَلَا وِلَايَةَ لِأَحَدٍ مَعَهُ وَبِهَذَا قَالَ الشَّافِعِيُّ وَهُوَ الْمَشْهُورُ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ؛)

والد کے ہوتے ہوئے کسی بھی شخص کو کسی آزاد عورت کا نکاح کا ولی بننے کا حق نہیں امام شافعی اور ایک مشہور قول کے مطابق امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب اور فتویٰ ہے تاہم امام مالک اور ایک دوسرے قول کے مطابق امام کے نزدیک والد کے مقابلہ میں بیٹا ولی اقرب ہے

صاحب المقنع لکھتے ہیں:

(أَحَقُّ النَّاسِ بِنِكَاحِ الْمَرْأَةِ الْحُرَّةِ أَبُوهَا ثم ابوه وإن علا ثم ابنها وإن نزل) (: کتاب المقنع ج ۲ ص ۱۹)

"آزاد عورت کے نکاح کی ولایت کا تمام لوگوں سے زیادہ حق دار والد ہے پھر اس کا دادا، پردادا اور پھر بیٹا اور پوتا وغیرہ"

الشیخ محمد الشربینی شافعی تصریح فرماتے ہیں:

(أحق الأولياء أب ثم جد تم أبوه ثم الأخ لأبوين أو لأب ثم ابنها وإن سفل) (: مغني المحتاج : ج ۳ ص ۱۵۱)

"تمام ولیوں کے مقابلہ میں عورت کا والد سب سے زیادہ حق دار ہے، پھر اس کا دادا، پردادا پھر عورت کا حقیقی بھائی اور عورت کا علاتی بھائی اگر وہ نہ ہو تو عورت کا بیٹا پوتا وغیرہ"

حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمتہ اللہ علیہ تصریح فرماتے ہیں:

بہر صورت عورت کے لئے ولی کا ہونا ضروری ہے اول نمبر والد ہے بعض اول نمبر بیٹے کو کہتے ہیں۔ اگر یہ ظلم کریں تو بھائی، اس کے بعد چچا، پھر چچا زاد بھائی، پھر دادا اور اس طرح اوپر تک جہاں تک اپنے نسب کا علم ہو" (جلد 2 ص ۴۱۷) پس ان تصریحات کے مطابق والد کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا شخص، خواہ وہ سلطان وقت ہو، کسی عورت کا ولی نہیں بن سکتا مگر جب ولی اقرب یا ولی بعد موجود نہ ہو یا ولیوں میں اختلاف ہو تو اس صورت میں سلطان (قاضی یا مجاز افسر ولی ہوتا ہے)۔ لہٰذا شرعی ولیوں کی اجازت کے بغیر مغویہ عورتوں کے عدالتوں میں پڑھے جانے والے نکاح شرعاً باطل ہیں۔

اس لئے گزارش ہے کہ پاکستانی عدالتیں زناکاری کے فروغ کے سرٹیفکیٹ جاری کرنے سے باز آجائیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے حضور جواب طلبی سے بچ نہیں سکیں گے ہم کو شاہوں سے عدالت کی توقع نہیں آپ کہتے ہیں تو زنجیر ہلا دیتے ہیں۔

وما اريد الا الاصلاح، هذا ما عندی والله تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اگر برا نہ منائیں

اہل صحافت اگر برا نہ منائیں تو ان کی خدمت میں دردمندانہ اپیل ہے کہ ایسے عاقبت اندیش اور باریک بین دانشوروں سے زیادہ اور کون اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ مغرب کی مادر پدر آزاد تہذیب کا حامی ٹولہ پاکستان کے مسلم معاشرہ میں فواحش، بے حیائی اور انارگی کا زہر گھولنے اور اسلام کے خاندانی نظام کی بنیادوں کو ڈھا دینے کے لئے اپنے تمام فکری، قلمی مواصلاتی ذرائع ابلاغ اور مالی وسائل کو بے تحاشا میدان عمل میں جھونک چکا ہے اور اسلامی قوانین کی تطبیق کے بارے میں ہماری قومی سرد مہری، بے راہ روی اور مجرمانہ غفلتوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ اپنے اس ناپاک مشن میں خاصی کامیابی بھی حاصل کر چکا ہے اور ھلم جرا کی راہ پر رواں دواں ہے

غور کریں اور مسلمان دانشور کی حیثیت سے بتلائیں کہ ایسے تکلیف دہ ظروف واحوال اور ایسے خوفناک تناظر میں اس قسم کے سراسر غیر شرعی، غیر اخلاقی اور غیر منطقی فیصلوں کو یوں پھل سکیپ صفحات پر چوب قلم کے ساتھ جلی حروف میں مکرر سہ کرر متنوع عنادین سے روزانہ بے دریغ شائع کرتے چلے جانا ملک وملت کی کون سی خدمت کے زمرے میں آتا ہے؟

ہماری ناقص رائے میں ہمارا یہ طرز عمل اور اسلوب نگارش نہ صرف پاکستان میں پائی جانے والی اسلام دشمن لابیوں کی حوصلہ افزائی اور ان کے اسلام دشمن رویہ کی داد دینے کے مترادف ہے بلکہ اسلام کے ساتھ سنگین، مذاق، پاکستان کی نظریاتی حدود کی پامالی، مسلم معاشرے کے حلقوم پر تیغ آزمائی بھی ہے علاوہ ازیں ایسی فریب خوردہ بد اندیش اور انجام سے بے خبر لڑکیوں کے ہاتھوں بے بس شریف والدین کی پگڑی اچھالنے اور ان کے زخم پر نمک پاشی سے زیادہ کچھ نہیں شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات۔

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ محمدیہ

ج1ص680

محدث فتویٰ